| | |
|---|---|
| SEMESTER 3 | MA.URDU |
| CC-11 Unit 2 | FORT WILLIUM COLLEGE TAHREK |

Presented by. Dr.Shahab Zafar Azmi,Associate Professor

Department of Urdu Patna University.Patna

Mob;8863968168 Email;drshahabzafar.azmi@gmail.com

## سبق کے خدوخال

0. مقصد
1. پس منظر
2. تحریک فورٹ ولیم کالج کے محرکات
3. تحریک فورٹ ولیم کالج کی دین
4. فورٹ ولیم کالج کے مصنفین
5. تحریک فورٹ ولیم کالج کے اثرات
6. خلاصہ
7. مشق کے لئے سوالات
8. مزید مطالعہ کے لئے کتابیں

## 0 مقصد

فورٹ ولیم کالج کی تحریک اردو زبان بالخصوص اردو نثر کے فروغ میں بے حد معاون ثابت ہوئی۔اس تحریک میں زیادہ تر کلاسیکی اور مشہور مقبول کتابیں اردو زبان میں منتقل ہوئیں۔اس تحریک سے وابستہ لکھنے والوں نے اردو کو فارسی زدہ اسلوب سے نجات دلائی اور زبان کی داخلی کو بیاں اُجاگر کیں۔اردو نثر کو ادبی اظہار کی راہ دکھا کر عام فہم اور سادہ و سلیس اسلوب نگارش رائج کرنے میں بھی اس تحریک نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔کالج کا قیام اور تحریک کی خدمات اردو زبان و ادب کی تاریخ اہم حصہ ہیں،اس لئے طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ فورٹ ولیم کالج تحریک اور اس

کے اثرات سے واقف ہوں۔

## 1 پس منظر

اُردو زبان کی پیدائش، فروغ اور تہذیب کے بارے میں ایک اہم نکتہ یہ تصوّر کیا گیا ہے کہ یہ زبان کسی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ایک لالۂ خود رو ہے جس نے اپنی گِذا عوام سے حاصل کی اور اپنے اثمار بلا امتیاز خواص و عوام میں تقسیم کئے۔ اُردو کا اوّلیں روپ کاروباری زبان کی صورت میں اُبھرا، لیکن ادبی زبان سب سے پہلے شاعری میں نمایاں ہوئی اور اسے ابتدائی فروغ جنوبی ہند میں حاصل ہوا۔ زبانی اعتبار سے شاعری کے مقابلے میں ادبی نثر بہت عرصے کے بعد ظہور میں اائی اور اس کے ارتقاء کا اولیّن اہم کرکز کلکتہ بنا جو دَلّی سے خاصے فاصلے پر ہندوستان کے مشرقی حصّے میں واقع ہے۔

رام بابو سکسینہ نے لکھا ہے کہ ''اُردو نثر کی ابتداء فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ہیوئی۔ سکسینہ کی اس رائے سے اختلاف کی گنجائش یوں موجود ہے کہ اُردو نثر کی تاریخ آٹھویں صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے۔ نثر کے یہ نمونے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں ہیں، جن میں دکن اور گجرات کے فقراء اور اہلِ دلّی کے اقوال و امثال قلم بند کئے گئے ہیں۔ حکیم شمس اللہ قادری نے یخ عین الدّین گنج العلم (متوفی ۷۹۵ھ) کے رسالے کو اُردو کی قدیم ترین کتاب شمار کیا ہے۔ تاہم اس رسالے کے مخطوطے پر تا حال کسی کی نظر نہیں پڑی۔ البتہ خواجہ گیسو دراز (متوفی ۸۲۵ھ) کی تصنیف ''معراج لعاشقین'' کی اشاعت سے ان کے زمانے سے پہلے کی اُردو نثر کے وجود کا قیاس کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ خواجہ گیسو دراز کے نواسے سیّد محمد عبداللہ حسینی نے سلطان احمد شاہ ثانی کے زمانے میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے رسالہ ''نشاط العشق'' کا ترجمہ کیا اور اس کی شرح بھی لکھی۔ شاہ میراں جی شمس العشاق (متوقی ۹۵۲ھ) کا قلم نثر اور شاعری دونوں میں رواں تھا۔ انہوں نے شرح ''مرغوب القلوب'' لکی اور ان کے فرزند شاہ برہان الدّین جانم (متوفی ۹۹۰ھ) نے ''جل ترنگ'' اور ''گلباس'' تصنیف کیں۔ ادبی نقطۂ نظر سے اُردو کی قدیم کتابوں میں ملّا وجہی کی تصنیف ''سب رس'' کو بہت اہمیّت حاصل ہے۔ اس کتاب سے اُردو نثر کو نہ صرف تخلیقی اظہار کی راہ مل گ ء۔ بلکہ اب اردو نثر کو فارسی نثر کی سطح پر لانے کی کوشش بھی شروع ہو گئی۔ ملّا وجہی سے پہلے کی بیشتر تصنیفات مزہبی نوعیت کی ہیں۔ اور ان کا مقصد نظریاتی مسائل اور مذہبی اعتقادات کے بیان سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ ملّا وجہیؔ نے ایک خیالی قِصّے کو ادبی شان سے پیش کیا اور رنگا رنگ مواد کی مدد سے اُردو زبان کی لسانی خوبیوں کو اجاگر کر دیا۔ چنانچہ وجہیؔ کو اُردو نثر کے ان نمائندہ ادبا میں شمار کیا گیا ہے جن کا اسلوب نہ صرف موضوع پر چھایا ہوا ہے بلکہ جنہیں عہد آفریں بھی کہا جا سکتا ہے اور جو ایک مخصوص علاقے اور

ایک خاص دور کے ممتاز نمائندہ بھی ہیں۔

شمالی ہندوستان میں اردو نثر کی کتاب ''کربل کتھا'' یا ''وہ مجلس'' محمد شاہی عہد میں فضلی نے لکھی۔ محمد حسین آزاد نے اسے اردو کی پہلی نثری تصنیف شمار کیا ہے۔ لیکن جدید تحقیق نے دکن کے بہت سے قدیم مخطوطات کو دریافت کر لیا ہے۔ اور ''معراج العاشقین'' کی اشاعت سے اُردو نثر کے فروغ کی اوّلیت بھی دکن نے ہی حاصل کر لی ہے۔ فضلی اُردو کے بجائے فارسی اسلوب سے زیادہ متاثر تھا۔ اس کے جملے گنجلک اور نثر کا اسلوب مقفّٰی ہے جملوں کی استخوان بندی میں بھی سلاست اور سادگی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اسے اُردو نثر کا نمائندہ اسلوب قرار دینا ممکن نہیں۔ میرزا رفیع سوداؔ کے دیوان مرثیہ کا دیباچہ اس دور کی نثر کا ایک اور نمونہ پیش کرت ہے۔ سوداؔ کی نثر کو دیکھ کر جیہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اُردو کو فارسی کے ہم پایہ بنانے کے لئے اس زمانے میں کتنی کدوکاوش کی جارہی تھی۔ سوداؔ نے شاعری کے اسلوب کو نثر میں برقرار رکھنے کی کوشش کی اور عبارت کو زوردار بنانے کے لئے قوافی کا استعمال بھی کیا ہے۔

عطا حسین خاں تحسینؔ کی کتاب ''نوطرزِ مرصّع'' نواب آصف الدّولہ کے عہد کی تصنیف ہے لیکن اس کی زبان بھی بیحد معرّب اور مفرّس ہے۔ تراکیب اور استعارات کا استعمال فراوانی سے کیا گیا ہے۔ اور اکثر جگہ عبارت ثقیل اور گنجلک ہو جاتی ہے۔

دکن میں اُردو نثر کے فروغ میں اولیائے کرام کے مذہبی رسائل نے جو اہم کردار ادا کیا تھا۔ شمالی ہندوستان میں یہی خدمت شاہ رفیع الدّین کے ترجمے میں ہر لفظ کا اُردو متبادل اس کے سامنے لکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے نہ صرف عبارت کلافِ محاورہ ہوگئی ہے بلکہ اس کا تسلسل بھی ٹوٹ گیا ہے۔ شاہ عبدالقادر نے لفظی ترجمے میں قرآن کے معنوی مفہوم کو پیشِ نظر رکھا۔ چنانچہ اس مین کفایتِ لفظی کے ساتھ ساتھ ابلاغِ معانی میں بھی مدد ملی اور یہ ترجمہ نسبتاً زیادہ پسند یا گیا۔

اُردو نثر کا مندرجہ بالا ارتقائی پس منظر واضح کرتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام سے پہلے اُردو نثر کے فروغ کے امکانات کچھ زیادہ روشن نہیں تھے۔ دلّی اور پھر لکھنؤ میں شاعری کو زیادہ اہمیت ملی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شاعری فکر و خیال کے تخلیقی اظہار کے لئے زیادہ موزوں تھی اور اس میں قدرتِ بیان اور ذہنی برتری ثابت کرنے کے لئے زیادہ حربے استعمال ہو سکتے تھے۔ شاہانِ سلطنت شعراء کے سرپرست، اور عمائدینِ حکومت شاعری کے قسر دان تھے۔ شاعری نہ صرف وسیلۂ عزّت تھی بلکہ یہ شخصی عظمت و فضیلت کا اظہار بھی تھی۔ چنانچہ چست بندش، پھڑکتا ہوا قافیہ، گنگناتی ہوئی ردیف، سنگلاخ زمین اور مشکل الفاظ میں مضمون آفرینی عظمتِ فن کا اظہار بن گئی۔ شاعری کا اعلیٰ نمونہ چونکہ فارسی شاعری تھی، اس لئے فارسی زبان کے اسالیبِ بیان کی تقلید کو امتیازی شان حاصل ہوگئی۔ منعلیہ سلطنت کے دورِ عروج

میں فارسی کو دربار اور معاشرے میرں جو اہمیت حاصل تھی وہ زوال کے عہد میں بھی قائم رہی اور مقامی زبانیں جو امتزاج کے بعد اُردو کا روپ دھار چکی تھیں فارسی کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ چنانچہ عمائدینِ حکومت اور شرفا نے فارسی زبان کو قبول کیا اور حکومت کا کاروبار، مراسلات، کتابوں کی تقریظیں اور دیباچے، شعراء کے تذکرے اور سرنامے سب فارسی زبان میں لکھے گئے۔

دلّی کے گردونواح میں فارسی زبان کے غلبے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو کو نیچ اور حقیر لوگوں کی زبان سمجھا جانت لگا اور اس میں طبع آزمائی غیر تہذیبی عمل قرار پا گیا۔ اردو شاعری کو دکّن میں اور اُردو نثر کو کلکتہ میں فروغ حاصل ہوا ہے تو اس کی کئی اہم وجوہ موجود ہیں۔ اوّلاً یہ علاقے فارسی تسلّط سے نسبتاً آزاد تھے۔ ثانیاً دکّن اور کلکتہ میں عوام اور خواص دونوں کی جذباتی وابستگی فارسی کے ساتھ نسبتاً کم تھی۔ ثالثاً دکّن میں شاہیہ دورِ حکومت مین اور شمالی ہند میں انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتار میں فارسی کا غلبہ نسبتاً کم ہو گیا تھا۔ رابعاً انگریزوں نے ہندوستانی معاشرت کو سمجھتنے کے لئے اردو اور ہندی کو اہمیت دی، لیکن مسلمان حکمرانوں کی سرکاری زبان فارسی کے خلاف واضح ردِّعمل کا اظہار کیا اور اس کے اثرات کم کرنے کی شعوری کاوش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہندوستان میں اُردو نثر کے فروغ کے امکانات نمایاں ہونے لگے اور فورٹ ولیم کالج نے انہیں روشن تر کرنے میں اہم کردار سرانجام دیا۔

## 2 تحریک فورٹ ولیم کالج کے محرّکات

تحریک فورٹ ولیم کالج کے محرّکات خالصتاً ادبی نہیں بلکہ اس تحریک کے پسِ پشت کُچھ سیاسی اغراض و مقاصد بھی کارفرما نظر آتے ہیں۔ تمدّنی اعتبار سے اٹھارھویں صدی عیسوی میں ہندوستان انتشار اور بدنظمی کا شکار تھا۔ غیر ملکی حملہ آوروں، گردونواح کی آویزشوں اور اندرونی ہنگاموں کی وجہ سے دلّی کی مرکزی حکومت کمزور ہو چکی تھی اس ابتری کا فائدہ غیر ملکی تاجروں نے اٹھایا۔ چنانچہ بنگال میں انگریز اور مغربی ساحل پر فرانسیسی باشندے منظّم سیاسی طاقت بن کر ہندوستان کے اندرونی معاملات پر اثر انداز ہونے لگے۔ سیاسی اعتبار سے پلاسی کی جنگ میں کامیابی سے بنگال میں انگریزوں کے قدم مضبوطی سے جم گئے تھے۔ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے اس دور میں انگریزوں نے سیاسی تدبّر، مکر اور فریب سے اہ عالم ثانی کو کمزور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور بالآخر ۱۷۶۵ء میں پہلے ہندوستان کی دولت مند صوبے داری بنگال، بہار اور اڑیسہ میں مال گزاری وصول کرنے کا اختیار حاصل کیا۔ اور پھر بنگال پر عہدنامے کی رو سے انگریزوں کی عملداری قائم کر لی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریز ہندوستان میں تاجروں کے روپ میں آئے تھے اور انھوں نے تادمِ رخصت

ہندوستان کو ایک تجارتی منڈی ہی تصوّر کیا۔ اس کے ساتھ تاجروں جیسا سلوک کیا اور صرف اپنے منافع پر نظر رکھی۔ تاہم واقعات نے کچھ ایسی کروٹ بدلی کہ یہ تاجر آہستہ آہستہ ہندوستان کی فرماں روائی کا خواب دیکھنے لگے اور ۱۷۷۴ء میں ریگولیٹنگ ایکٹ کا نفاذ ہوا تو بنگال میں انگریزی اقتدار کا پرچم لہرانے لگا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ابتدائی ایاّم میں تو خاموشی اور سکون کی حکمتِ عملی اختیار کی اور حکمران طبقے سے بیشتر اپنے تجارتی مفادات کا تحفّظ حاصل کیا لین جونہیں حالات تبدیل ہوئے تو کمپن نے بھیڑیئے کا روپ اختیار کرلیا اور اقتدار پر قبضہ جمانے میں کوئی تاخیر نہ کی۔ ایم چیلیؔ نے بالواسطہ طور پر ہندوستانی معاشرہ، مزاج اور رسوم کو پرکھنے اور ان سے تصادم سے گریز کا مشورہ دیا تھا۔)

انگریز حکمرانوں نے اہلِ ہند کو فوائد کا جو خواب دکھایا تھا اس کی ایک تعبیر ریگولیٹنگ ایکٹ کے ذریعے سامنے آئی اور اس دور میں کئی ایسے انگریز برسرِ اقتدار آگئے جنہیں ہندوستان کے حالات و واقعات اور تہذیب وتمدّن پر گہری نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی ان میں سے وارن ہیسٹنگز کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس نے انگریز مدبّر ایم چیلیؔ کے نظریات کو زیادہ تدبّر سے بروئے کار لانے کی سعی کی اور علم ودانش کا وہ تجربہ جو اس نے شاعر کوُپر، سیاستدان لینسڈاؤن ،صحافی چرچلؔ اور ادیب جانسنؔ نے حاصل کیا تھا ہندوستان میں عقلمندی سے استعمال کیا۔

وارن ہیسٹنگز کے زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں حصولِ اقتدار اور بقا کی جنگ لڑ رہی تھی۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں انگریزوں نے ہندوستان کے تمام اعصابی مراکز کی طنابیں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ٹیپو سلطان کی شہادت نے انگریزوں کے سب سے طاقتور حریف کا خاتمہ کردیا تھا اور اب بچے کچھے ہندوستان کو پُرامن ذرائع سے مطیع بنانے اور توازن واعتدال کی فضا قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے ممکن حصول کے لئے لارڈ ولزلیؔ کو ہندوستان بھیجا گیا۔ اور اس نے سب سڈی ایری سسٹم کے نفاذ سے تلوار اُٹھائے بغیر ہندوستان کا بہت سا علاقہ باجگزار بنالیا۔

فورٹ ولیم کالج کا قیام ولزلیؔ کا ایک ایسا منصوبہ تھا جس نے اعتدال اور توازن کی فجا قائم کرنے میں معاونت کی۔ اس منصوبے کی تجویز وترتیب اس کے اپنے ذہن کی اختراع تھی اور اپنی اس ذہنی تخلیق سے ولزلیؔ کو اتنی وابستگی تھی کہ گورنر جنرل کی کونسل نے کالج کے آئین وضوابط کا مسودہ ۱۰رجولائی ۱۸۰۰ء کو منظور کیا لیکن ولزلیؔ نے اس دستاویز کے متن میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا اور اسے سرنگا پٹم کے سقوط کی یادگار بنادیا۔

''ہز لارڈ شپ (ولزلیؔ) کے حکمِ خاص سے اس (دستاویز) پر ۴رمئی ۱۸۰۰ء کی تاریخ دالی گئی جو میسور کے دارالسلطنت سرنگا پٹم میں برطانوی افواج کی شاندار اور فیصلہ کن فتح کی پہلی سالگرہ تھی۔''

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولزلی نے فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ بھی ایک سیاسی واقعے کو وابستہ کر دیا اور اس غیر دیانتدارانہ مقصد کے حصول کے لئے متذکرہ دستاویز پر سابقہ تاریخ ثبت کرنے سے بھی ریز نہ کیا۔

پلاسی کی لڑائی کے بعد جب بنگال کی دیوانی انگریزوں کے حیطۂ اقتدار میں آئی تو ہندوستانی زبان، مذہبی عقائد اور معاشرتی حالات کا مطالعہ نگزیر ہو چکا تھا۔ چنانچہ کمپنی کے انگریز ملازموں میں سے گلسٹن، ہیڈلے، فرگوسن، گلکرسٹ، فرانسس بالفور، ہیرس اور ولکنس وغیرہ نے لغت اور قواعد، زبان وغیرہ کی کتابین تالیف کیں۔ الیسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی ایاّم میں تجارتی امور سرانجام دینے کے لئے بالعموم زیادہ تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ چنانچہ کمپنی ایسے لوگوں کو بھی ملازمت پر مامور کر دیتی جن کے پاس کوئی تعلیمی سند نہ ہوتی تھی اور جن کی سیرت اور کردار کے بارے میں ڈاکٹر کڑوں کو کوئی علم نہ ہوتا تھا۔ پلاسی کی جنگ کے بعد کمپنی نے سیاسی ذمہ داریاں اور انتظامی نظم ونسق بھی سنبھال لیا تھا۔ اس لئے اب ایسے ملازمین کی ضرورت لاحق ہوگئی جو مشاہدے اور تجربے سے مقامی مسائل کو سمجھ سکیں اور حکمت ودانش سے ان کا سل بھی تلاش کر سکیں۔ چنانچہ ملازموں کی قابلیت اور دیانت کے ساتھ میل جول کی علاحیت کو بھی پرکھا جانے لگا۔ لورڈ ولزلی ایسٹ اندیا کمپنی کے صدر دفتر میں ایک اہم عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ اس لئے اسے علم تھا کہ ہندوستانی زبان اور معاشرے کی بنیادی واقفیت کے بغیر ملازمین کو کتنی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں آمد کے فوراً بعد اس نے کمپنی کے ملازمین کو ہندوستانی زبانیں سکھانے کا منصوبہ مرتّب کیا۔ اور اس مقصد کے لئے ولزلی نے ِگلکرسٹ کی اس تجویز کو قبول کر لیا کہ نوجوان ملازمین اپنے ذرائع سے منشیوں سے تعلیم حاصل کرنے کے بجائے پہلے فارسی کی ابتدائی تعلیم گلکرسٹ سے حاصل کریں۔

فورٹ ولیم کالج کا ایک اور مقصد فارسی کی حاکمیت کو کم کرنا اور مسلمانوں کو اپنے ثقافتی محور سے ہٹانا بھی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فارسی مغل بادشاہوں کی دربلری زبان تھی۔ تاہم اس کے زوال کے آثار اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ظاہر ہونا شروع ہو چکے تھے اور مقامی زبانوں کے میل جول سے نہ صرف ایک نئی زبان کا ڈھانچہ مکمّل ہو چکا تھا بلکہ اس مین اچھا ادب بھی تخلیق ہونے لگا تھا اور اب انگریزوں کو فارسی زبان سے کوف کھانے کی چنداں جرورت نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ولزلی نے فارسی اور اردو میں اختلاف کی خلیج حاصل کرنے کے بجائے ہندی اُردو اور بنگالی کو الگ الگ زبانوں میں ابھارنے اور محدود جغرافیائی خطّوں میں پھلنے پھولنے کا موقعہ فراہم کیا اور حصولِ مقصد کے لئے ہر زبان کے رسم الخط کو آلۂ کار بنایا۔ اُردو چونکہ فارسی حروف میں ائیں سے بائیں طرف کو لکھی جاتی ہے۔ اس لئے اس زبان پر مسلمانوں کی مُہر ثبت کی گئی۔ دوسری طرف ہندی دیوناگری حروف میں بائیں سے دائیں طرف کو لکھی جاتی

ہے۔اس لئے اس زبان پر ہندوؤں کی ملکیّت قائم کی گئی اور یوں مذہب کی عمودی اور ذات پات کی افقی تفریق میں زبان کے اختلاف کی تیسری جہت بھی شامل کردی۔

فورٹ ولیم کالج کے قیام کا ایک اور مقصد تصنیفات کے ذریعے ہندوستانی رعایا کے دلوں پر انگریزی حکومت کی شان وشوکت، فیّاضی، علم دوستی اور رعایا پروری کا نقش قائم کرنا بھی تھا۔ بظاہر فورٹ ولیم کالج کی مطبوعات کہانی، تاریخ، شاعری اور قانون کی اصناف پر محیط ہیں، تاہم مصنفّین نے ان کتابون میں جو دیباچے اور خودنوشت حالات لکھے ہیں ان میں سرکار انگشیہ، لارڈ ولزلی اور ڈاکٹر گلکرسٹ کی تحسین اور قصیدہ گوئی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے محرّکات سیاسی تھے۔ لیکن اس کے ثمرات نے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر ادب کو بھی متاثر کیا۔ اور اُردو نثر کی ایک موثّر تحریک کو جنم دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو کا مورّخ فورٹ ولیم کالج کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے۔

3 تحریک فورٹ ولیم کالج کی دین

اس میں کوئی شک نہیں کہ فورٹ ولیم کالج نے اُردو کے تخلیقی ادب میں تصنیف و تالیف کا کوئی اہم کارنامہ سرانجام نہیں دیا اور ڈاکٹر گلکرسٹ نے کالج کے طلبہ کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زیادہ تر کلاسیکی زبانوں کی شمہور اور مقبول کتابون کو ہی اردو میں منتقل کرنے کی سعی کی۔ تاہم اس حقیقت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں کہ گلکرسٹ نے اُردو نثر کا پہلا ادب پیدا کیا۔ گلکرسٹ سے پہلے اُردو نثر کی باقاعدہ روایت موجود نہیں تھی۔ بلاشبہ کچھ تراجم بکھری ہوئی صورت میں تو ملتے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر میں زبان غرابت کا شکار ہے۔ فارسی الفاظ کے غیر فطری استعمال سے نثر کو مرصّع بنانے کی کوشش کی گئی اور مقفّٰی اور مسجّع نگاری سے زبان کو بوجھل اور غیر فطری بنا دیا گیا۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنّفوں نے سادگی اور سلاست کے ایسے نمونے پیش کئے جو اس سے پہلے موجود نہیں تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ فورٹ ولیم کالج کی کتب میں لفظی ترجمے پر زور نہیں دیا گیا بلکہ مہوم کو اردو کا جامہ پہنانے کی سعی کی گئی ہے۔ چنانچہ مصنّفین متبادل الفاظ کے انتخاب میں نہ صرف آزاد تھے بلکہ تخلیقی تسلسل کو برقرار رکھنے اور قصّے کو ہندوستانی معاشرے کا نمائندہ بنانے کے لئے انہیں روزمرّہ کو ملحوظِ نظر رکھنے کی اجازت بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میر امّن کی ''باغ و بہار''، حیدر بخش حیدری کی ''توتا کہانی''۔ نہال چند لاہوری کی ''مذہبِ عشق'' کے تراجم میں زبان لڑکھڑانے کے بجائے رواں دواں نظر آتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنّفین نے اُردو کے فارسی زدہ اسلوب کو آزادی کا سانس لینے کا موقع عطا کیا اور اس کی داخلی خوبیوں کی انفرادیت اجاگر کردی۔ چنانچہ فورٹ ولیم کالج کے ادبا نے ایک ایسی تحریک کو فروغ دیا

جس نے اردو نثر کو ادبی اظہار کی راہ دکھائی اور اس کے لئے ایک عام فہم اور سادہ اسلوبِ نگارش رائج کیا۔

تحریک فورٹ ولیم کالج نے بالخصوص عوامی دلچسپی کو فوقیت دی اور قصوں اور کہانیوں کو ادب میں پیش کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ فارسی اور سنسکرت کے وہ قصّے جن کا داستانی عنصر سننے والوں پر سحر طاری کر دیتا تھا جب اُردو میں منتقل ہو گئے تو نہ صرف اس زبان میں عوام کی دلچسپی بڑھ گئی بلکہ داستان گوئی کے فن کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ تحریک فورٹ ولیم کالج کے اس کارنامے کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں کہ اس نے ''چہار درویش''، ''توتا کہانی''۔ ''آرائشِ محفل''، ''داستانِ امیر حمزہ''، ''قِصّہ گل بکاؤلی''، ''مادھولا کام کنڈلا اور شکنتلا وغیرہ کو اُردو میں منتقل کیا اور یوں اُردو کے داستانی ادب من خاطر خواہ اجافہ کر دیا۔ چنانچہ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُردو میں داستان نگاری کا ارتقا فورٹ ولیم کالج کا رہینِ احسان ہے۔

4 فورٹ ولیم کالج کے مصنفین

فورٹ ولیم کالج کے ادبا میں سے بیشتر کی اوّلیں محبّت شاعری سے استوار ہوئی تاہم ان میں اوّل درجے کا شاعر ایک بھی نہیں تھا۔ گلکرسٹ نے ان مصنّفین کے داخل سے نثر لکھنے کا جوہر دریافت کیا اور ان کی صلاحیت کو یوں چکایا کہ اب ان سب کی ادبی حیثیت بطور نثر نگاری ہی متعیّن ہوتی ہے اور ان سب نے اُردو نثر کی اس اہم تحریک کو متعدد زاویوں سے آگے بڑھانے میں عمدہ کرار سرانجام دیا۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ فورٹ ولیم کالج میں اردو نثر کی تین روئیں بیک وقت رواں تھیں۔ ان میں سے ایک رو فارسی اور عربی مزاج کی اور دوسری خالص ہندی ماج کی تھی۔ تیسری رو جو زیادہ کامیاب ہوئی وہ ہندی۔ عربی۔ فارسی۔ مقامی زبانوں اور روزمرّہ کے امتزاج سے مرتّب ہوئی فورٹ ولیم کالج کی تحریک نے موٴخر الذکر رو کو متحرّک رکھنے کی کوشش کی اسی کی بولت فورٹ ولیم کالج کو تحریک کا درجہ حاصل ہوا۔ اس رو کے نمائندہ ادبا میں میر بہادر علی حسینی کو زیادہ اہمیّت حاصل ہے۔ بہادر علی حسینی فورٹ ولیم کالج مین میر منشی تھے۔ گلکرسٹ نے ان سے درس و تدریس۔ کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی لیا۔ حسینیؔ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ گلکرسٹ نے ان کے کام کی تحسین کی اور جب کالج کونسل نے اشاعتِ کتب کے پروگرام پر اعترا کیا تو گلکرسٹ نے بہادر علی حسینی پر بھی اعتماد کا اظہار کیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسینیؔ نہ صرف تصنیف اور تدریس کا کام کرتے تھے بلکہ دوسرے مصنّفین کے کام کی نگرانی اور ان کی تصحیح بھی کرتے تھے۔ حسینیؔ کا انفرادی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مثنوی سحر البیان کو ''نثرِ بے نظیر'' میں

ڈھالا۔ اور اس نثر کو سحر البیان کے اشعار سے آبدار بنا دیا۔ حسینیؔ نے گلکرسٹ کے ''رسالہ قواعدِ زبان'' کو مرتّب کیا اور ''تھوپردیش'' کا ترجمہ ''اخلاق ہندی'' کے نام سے کیا۔ حسینیؔ کی ایک اور تصنیف شہاب الدین طاش ابنِ ولی محمد کی فارسی کتاب تاریخ، آسام کا اردو ترجمہ ہے۔

فورٹ ولیم کالج میں میر امّن کی رسائی بہادر علی حسینی کی وساطت سے ہوئی۔ فورٹ ولیم کالج چونکہ انگریز ملازمین کو اُردو زبان سکھانے کے لئے کھولا گیا تھا اور میر امّن اہلِ زبان تھے اس لئے یہ قیاس کرنا درست ہے کہ انہیں درس وتدریس کے فرائض بھی سونپے گئے ہوں گے۔ یہ بات اس حقیقت سے بھی واضح ہے کہ دوسرے ادبا کی بہ نسبت میر امن کی تصنیفات کی تعداد کم ہے۔ میر امن کی کتاب ''گنجِ خوبی'' کو کچھ زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی ''باغ وبہار'' ایک زندہ جاوید کتاب ہے۔ یہ قصّہ چہار درویش کا ترجمہ ہے۔ میر امن سے پہلے محمد عوض زرّین اور عطا حسین خاں تحسینؔ اور میر امن کے بعد رجب علی بیگ سرورؔ نے اس کتاب کا ترجمہ مختلف ناموں سے کیا۔ تاہم اسلوب کی سادگی، سلاست اور شائستگی کی بنا پر بقائے دوام صرف ''باغ وبہار'' کو ملی۔ اور دوسرے تراجم کی تاریخ حیثیت اس لئے برقرار ہے کہ ''اغ وبہار'' کے اوصاف اجاگر کرنے کے لئے ان کتابوں کا تذکرہ بھی لازم آتا ہے۔ باغ وبہار کی نثر سے میر امن کی شخصیت کا تخلیقی پرتو اور دلّی کے تہذیبی نقوش پوری شان سے معکس ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک خاص دور کی معاشرتی زندگی کو تابندگی ودوام عطا کر دیا۔ میر امن اُردو کے واحد قصّہ گو ہیں جنہیں بقول سیّد وقار عظیم اپنی بقائے دوام کے لئے حسنِ کلام اور شیرینیِ بیان کے علاوہ کسی اور سہرے کی ضرورت نہیں۔

میر امن کی سادہ بیانی درحقیقت خوش بیانی ہے جس کا بیج اس کی تخلیقی فطرت سے پھوٹا ہے۔ تحریک فورٹ ولیم کالج میں میر امن کی عطا یہ ہے کہ اس نے ترجمے کو طبعزاد کا رتبہ دیا اور اُردو نثر کو بے تکلّف ابلاغ کی راہ دکھا دی۔

حیدر بخش حیدری نے فورٹ ولیم کالج میں سب سے زیادہ کتابیں مرتّب کیں۔ ان میں سے ''توتا کہانی'' کو زیادہ مقبولیّت حاصل ہوئی۔ حیدری کی یہ کتاب کالج کے نصاب میں شامل تھی اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا۔ حیدری کی دوسری مشہور کتابوں میں ''آرائش محفل''، ''تاریخ نادری''۔ ''گلزارِ دانش''، ''گلدستہ حیدری''، ''تزکرہ گلشنِ ہند اور ''ہفت پیکر'' وغیرہ شامل ہیں۔ حیدری کو بطور افسانہ نگار ڈاکٹر عبادت بریلوی نے دریافت کیا ہے۔ حیدری کی کہانیوں میں مختصر افسانے کے بیشتر اوصاف موجود ہیں اور یہ صرف ایک مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہیں۔ حیدری کی یہ کہانیاں مختصر افسانے کی فنّی روایت میں بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

فورٹ ولیم کالج کے مصنفین میں سے شیر علی افسوس نے گلستانِ سعد کا ترجمہ ''باغِ اُردو'' کے نام سے کیا لیکن

ادبی ناموری سجان رائے کی کتب ''خلاصۃ التواریخ'' کے ترجمہ ''آرائش محفل'' سے حاصل ہوئی۔افسوسؔ نے سعدی شیرازی کے اکلاقی زاویے کو اُردو نثر میں اس طرح ڈھالا ہے کہ اس کا اجتماعی تجربہ قاری کو مستقیم انداز میں متاثر کرتا ہے۔آرائشِ محفل اگرچہ تاریخ کی کتاب ہے لیکن اس میں بھی افسوسؔ نے ادبی شان برقرار رکھی ہے۔

تحریک فورٹ ولیم کالج میں نثر کی دوسری روفارسی اور عربی کے زیر اثر پروان چڑھی۔اوراس کے نمائندہ مرزا علی لطف اور مولوی امانت اللہ تھے۔مرزا علی لطف نے تذکرہ ''گلزارِ ابراہیم'' کا ترجمہ متعدد اضافوں کے ساتھ کیا ہے۔اس لئے بقول مولوی عبدالحق یہ کتاب ایک الگ تالیف کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔میرزا لطف کے اصلوب پر شعری کا دبیز سایہ پڑا ہوا ہے۔چنانچہ ان کی زبان گنجلک اور عبارت مغلق ہے۔قافیہ پیمائی، تشبیہ نگاری اور استعارہ پردازی مین میرزا لطف کا قلم بارہا نثر کی صراط مستقیم سے بھٹک کر شاعری کی قلیم میں دخل اندازی کرنے لگتا ہے۔اور اکثر اوقات جملوں کی ترتیب سے قدامت پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔

مولوی امانت اللہ شیدا عربی کے عالم تھے اور فورٹ ولیم کالج میں کام کرنے سے پہلے فقہ اسلام کی ایک کتاب عربی زبان مین لکھ چکے تھے۔کالج کے زمانے میں انہوں نے اس کتاب کا ترجمہ ''ہدایت الاسلام'' کے عنوان سے کیا۔ ان کے مشہور کاموں میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

مرزا علی لطف اور مولوی امانت اللہ کی زبان ان مقاصد کی نگہبانی نہیں کرتی جن کی تکمیل کے لئے فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا تھا۔چنانچہ اندازہ کرنا ممکن ہے کہ کالج کے طلبہ کے لئے جو کتابین لکھوائی گئیں ان میں مشکل زبان کو داخلے کی اجازت نہیں دی گئی۔لیکن جن کتابوں کی حیثیت تاریخی یا مذہبی تھی ان میں زبان کی سادگی کو مدِّ نظر نہین رکھا گیا اوران کتابوں میں عدم ابلاغ کی مشکل قدم قدم پر آرے آتی ہے۔اور قاری تفہیم کی الجھنوں میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

دلّی کے رہنے والے، خوش فکر شاعر اور منفرد نثر نگار تھے اس لئے ان کے جادونگار قلم نے ب، رج اور اردو کے امتزاج سے تخلیقی نثر کا ایک نیا اسلوب وضع کیا۔اور دل موہ لینے والی کیفیت پیدا کی۔ڈاکٹر عبادت بریلوی نے لکھا ہے کہ :

> ''اس کا اسلوب اور اندازِ بیان صاف اور سلیس لیکن شگفتہ اور شاداب ہے اور اسی اسلوب اور اندازِ بیان نے مجموعی طور پر اس کو اردو نثر کی ایک اہم کتاب بنادیا ہے۔''

اس قسم کے مسنّفین میں سیّد اعظم علی اکبرآبادی مصنّف ''فسانۂ سرور افزا''۔جب علی بیگ سرورؔ مصنّف فسانۂ عجائب'' اور محمد بخش مہجور مصنف ''گلشنِ نو بہار'' کے نام اہم ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان مسنفین کے اسلوب میں زندہ

رہنے کی قوّت نہیں تھی۔ چنانچ یہ اسلوب فروغِ شمع کے بعد جلد ہی ماند پڑ گیا۔فورٹ ولیم کالج کی تحریک جس نثر کوفروغ دینے کی داعی تھی اس کا اصلی پرتو میر امن حیدریؔ، افسوسؔ، وِلا اور جوانؔ کی نثر میں سامنے آیا۔اس نثر میں قاری کوگرفت میں لینے اوراس پر ابلاغ کے تمام دروازے کشادہ کرنے کی اہلیت چونکہ زیادہ تھ اس لئے اسے زندہ نثر کا عنوان دیا گیا اوراسی نے آئندہ زمانے میں مختلف اسالیبِ بیان کوجنم دیا۔

نثر کوروزمرّہ کی گفتو بنانے کا جو انداز میر امن نے اختیار کیا تھا اس کی نسبتاً سلجھی ہوئی تہذیبی صورت مرزا غالبؔ کی نچر میں نمایاں ہوئی۔ چنانچہ یہ کہنا درست نہیں کہ فورٹ ولیم کالج صرف ایک جزیرہ تھا جس کے چاروں جانب پھیلے ہوئے سمندر کا طوفان اپنے کناروں میں ہی مائل بہ طغیان ہوکر خاموش ہوجاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ادب کی تحریک کسی گھن گرج کے ساتھ منظرِ عام پر نہیں آتی۔ بلکہ یہ سطح پر تلاطم پیدا کئے بغیر آہستہ روی سے اپنے اثرت زہن وقلوب پر مرتسم کرتی رہتی ہے۔فورٹ ولیم کالج کے دور میں اردو پریس قائم ہو چکا تھا۔اخبارات، رسائل اور کتب کی اشاعت شروع ہوچکی تھی۔ذرائع آمدورفت نسبتاً آسان ہوچکے تھےاور مطبوعہ چیزوں کی آمدورفت پرکوئی پابندی نہیں تھی۔اس لئے ادبی تحریکوں کا دائرۂ عمل بھی وسیع ہوگیا۔ چنانچہ یہ قیاس کرنا مناسب ہے کہ فورٹ ولیم کالج کی کتابوں نے بیرونی حلقون کوبھی متاثّر کیا ہوگا۔

## 5 تحریک فوٹ ولیم کالج کے اثرات

فورٹ ولیم تحریک کا تجربہ اردونثر کے ارتقاء کا پلا قدم تھااور جدیدیت کےاس رجحان کے خلاف قدامت پسند ادبا نے ردِّعمل کا اظہار بھی کیا۔اس کا ایک ثبوت فسانۂ عجائب کے دیباچے میں ملتاہےجس میں رجب علی بیگ سرورؔ نے واضح طور پر میرامن دہلوی اور ''باغ و بہار'' پر چوٹیں کی ہیں۔ چنانچہ اس ردِّعمل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہے کہ فورٹ ولیم کالج کی تھریک کی نثر کے اثرات کالج تک محدود نہیں تھے۔ بلکہ یہ دُوردُور تک پھیل رہے تھے۔اس کے خلاف منفی ردِّعمل بھی ہوااوراسے مثبت طور پر قبول کرنے کا رجحان بھی پیدا ہوا۔

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کا قیام سیاسی مقاصد کے حصول کا واحد وسیلہ بھی تھا۔اس کالج کے خلاف اگلستان مین جوردِّعمل پیدا ہوا، اس میں بھی سیاست کا عمل دخل زیادہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ مجلس منتخبہ کا خیال تھا کہ ''فورٹ ولیم کالج دیوانی ملازمت کی واقفیت کو بڑھانے کی بہ نسبت قرض کو زیادہ بڑھاتا ہے۔اور ولیم بینٹنگ اور چارلس مٹکاف نے کالج کی کارکردگی پر جورائے پیش کی اس میں ہرملازم پرخرچ آنے والی رقوم کو بالکلصوص نشانۂ تنقید بنایا گیااوران کا موازنہ ہیل بری کالج کے اخراجات سے بھی کیا گیا تھا۔دوسری طرف کورٹ آف ڈائرکٹرز کا خیال تھا

کہ فورٹ ولیم کالج کے مقاصد پوری طرح حاصل نہیں ہورہے اور پڑھنے والوں کی بہ نسبت پڑھانے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔طلبہ تعلیم میں دلچسپی نہیں لیتے اور کالج کاہل طلبہ کی آرام گاہ بن گیا ہے۔اس کا نتیجہ ولزلی اور کورٹ آف ڈائرکٹرز کے تصادم کی صورت میں سامنے آیا۔ولزلی کا یہ انتباہ کہ ''کالج کو قائم رہنا ہوگا ورنہ سلطنت ختم ہوجائے گی۔'' بے حد معنی خیز ہے اور اسی کی وجہ سے کالج کو تاحکم ثانی جاری رہنے کی اجازت تو مل گئی لیکن یہ منفی تاثر زائل ہونے کے بجائے ہمیشہ پرورش پاتا رہا اور آخر ۱۸۵۴ء میں اِسے ایک ہدفِ فضول سمجھ کر بند کر دیا گیا۔

ہندوستانی زبان کے مطالعے کی تحریک گلرسٹ نے شروع کی تھی۔وہ جب کمپنی کی ملازمت پر ہندوستان آیا تو اس نے بھانپ لیا کہ بہتر کدمات سرانجام دینے کے لئے اس ملک کی زبان پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔پھر جب اندرونِ ہند وہ مختلف مقامات پر متعیّن ہوا تو اسے معلوم ہوگیا کہ اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جسے پورے ملک میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔چنانچہ اب اس کی توجّہ اس طرف منعطف ہوئی کہ اس زبان میں ایسی نثر پیدا ہو جو ہندوستان مین عام سرکاری زبان کا کام دے سکے۔گ ِلکرسٹ کا یہ تجزیہ اس کی زاتی سوچ کا نتیجہ تھا اور اس نے اسے عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔لیکن انگریز قوم جس زاویہ نظر سے سوچ رہی تھی، وہ گلکرسٹ کے اندازِ فکر سے مختلف تھا۔انہوں نے مسلمانوں کے ندازِ فکر کو بدلنے کے لئے ملک میں مغربی افکار اور انگیزی زبان کی ترویج ضروری سمجھی۔اور اس کی واضح صورت میکالے کی س یادداشت کے ذریعے سامنے آئی۔جو اس نے نظامِ تعلیم میں انقلابی تغیّر پیدا کرنے کے لئے مرتّب کی تھی۔انگریزی اقتدار کو مضبوط اور ہندوستان کو محکوم بنانے میں اس دستاویز نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

انگریزوں کو ہندوستانی زبانوں کے برعکس انگریزی زبان وادب کے فروغ سے زیادہ دلچسپی تھی اور وہ اُردو زبان کی تدریس کے صرف اسی حد تک حامی تھے۔جہاں تک ان کے تجارتی مقاصد کی مطلب برآری ہوت تھی۔چنانچہ جب یہ خدشہ پیدا ہوگیا کہ فورٹ ولیم کالج کے متوسلین کی مالی اعانت منقطع ہوجانے سے ان لوگوں کے لئے اقتصادی مسائل پیدا ہوجائیں گے تو میکالے نے ان کو فیّاضی سے پیش آنے کا یقین دلایا لیکن علومِ مشرقی کے خلاف اس کے دل میں کنیہ پرورش پا رہا تھا۔

میکالے کے اوّل الذّکر اقتباس سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ مذہبی زاویے سے مشرقی زبانیں ان کی سرپرستی کا استحقاق نہیں رکھتی تھیں۔چنانچہ موٴخر۔۔۔اقتباس میں میکالے نے محمڈن کالج اور ہندو کالج کو مزہبی علوم کے اداروں کی حیثیت میں ہی نشانۂ تنقید بنایا ہے۔اس سے یہ نتیجہ اکذ کرنا درست ہے کہ انگریزوں نے بالواسطہ طور پر عیسائیت کے تبلیغی مقاصد کو بھی فوقیت دی اور حصولِ مقصد کے لئے مشرقی مذاہب کے علوم اور ان کی رابطہ زبانوں کو

مٹانے کی سعی کی۔ جی اینڈرسن لکھتا ہے کہ ''عیسائی مبلّغوں نے ملک کو انگریزی زبان اور مغربی علوم سے روشناس کرادیا۔ تھا۔ انہیں میں ایک نوجوان مبلّغ ڈاکٹر الیگزنڈر ڈف (ALEXANDER DUFF) بھی تھا۔ جس کا نظریہ تھا کہ مناسب تربیت کے ذریعے انسانی دماغ کی مختلف قوّتوں اور قابلیتوں کو بیدار کرنے، ترقی اور تقویّت دینے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے اور اس غرض کے لئے انگریزی زبان کو موثّر ترین آلے کے طور پر استعمال کیا جائے نیز اس تربیت پر جو اس طرح دی جائے سچّے مذہب کا گہرا رنگ چڑھایا جائے اور ساتھ ہر جماعت کے وقت کا کچھ حصّہ انجیل کی باقاعدہ تعلیم کے لئے وقف کیا جائے۔

انہیں یقین تھا کہ ان کے نظریّے پر عمل درآمد سے ہندوستان کے نوجوان بہت جلد عیسائیت کی آغوش میں آجائیں گے۔ چنانچہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہے کہ سہرام پور کے مشنری ادارے نے نہ صرف تبلیغی مقاصد حاسل کرنے کی کوشش کی بلکہ انگریزی کے فروغ کے نئے بھی راہ ہموار کی۔

مندرجہ بالا مذہبی اور ل،شانی تعصّب کے علاوہ فورٹ ولیم کالج کے خاتمے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ کمپنی کے ملازمین نے واحد معیار، لیاقت مشرقی علوم کی تحصیل کو بنالیا تھا۔

اس سے یہ خیال پیدا ہونا لازمی تھا کہ کمپنی کے مفاد کی قیمت پر مشرقی علوم کو فروغ حاصل ہورہا ہے۔ اور نوجوان انگریزوں نے اِن علوم میں دلچسپی لینا شروع کردی ہے انگریز حکمرانوں کے لئے اس سے زیادہ خطرے کی اور کوئی بات نہیں تھی کہ ان کے ملازمین مشرقی علوم کا تاثّر قبول کرنا شروع کردیں۔ چنانچہ اس کا بدیہی نتیجہ فورٹ ولیم کالج کی مخالفت تھا اور اس کے لئے متعصّب انگریز سیاستدانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ چنانچہ انگلستان میں میں ہیل بری کالج کا قیام عمل میں آیا اور یہ فورٹ ولیم کالج کے ردِّ عمل کا ہی نتیجہ تھا۔

۱۹۰۵ء میں ولزلی کی لندن واپسی اور اس سے ایک سال قبل فورٹ ولیم کالج سے گلکرسٹ کی سبکدوشی کے بعد اگرچہ کالج جاری رہا لیکن اس کی تھریک نسبتاً ماند پڑ گئی۔ گلکرسٹ کے بعد کپتان ٹامس رولک، جوزف ٹیلر، اور ڈاکٹر ولیم ہنٹر وغیرہ فورٹ علیم کالج کے ہندوستانی شعبے کے ساتھ متعلّق رہے۔ لیکن کمپنی کے ڈائرکٹروں کے معاندانہ رویّے کی بناء پر اشاعتِ کتب کی رفتار کمزور پڑ گئی اور یہ تحریک حرکت و عمل کا ایک دور مکمّل کرنے اور ادب پر مستقل اثرات ثبت کرنے کے بعد کتم ہوگئی۔

## 6 خلاصہ

تحریک فورٹ ولیم کالج کا شمار اُردو ادب کی متحرک، جاندار اور توانا تحریکوں میں ہوتا ہے۔ اس تحریک نے اُردو ادب کے جمود کو توڑنے اور اس میں طغیانِ تخلیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لسانی اعتبار سے اس نے اُردو کی انفرادی حیثیت متعیّن کی اور اسے مشکل گوئی اور ادق نگاری سے نجات دلا دی۔ صنفی اعتبار سے فوٹ ولیم کالج تحریک نثر کی تحریک تھی اور اس صنفِ اظہار میں اس کے زیر اثر بیک وقت تین اسالیبِ بیان میں کتابیں تالیف کروائی گئیں۔ ان میں سے فارسی آلود اسلوب اب متروک ہو چکا ہے۔ اور باقی دو کے امتزاج سے سلیس نثر نگاری کو فروغ حاصل ہوا۔ اس تحریک کی ایک اور خصوصی عطا یہ ہے کہ اس نے اُردو کے داستانی ادب کو فروغ دیا اور اُردو صرف ونحو، قواعد وجوابط اور لغت کی مستند کتابیں فراہم کیں۔ فورٹ ولیم تحریک کے اشاعتی منصوبے میں موضوعات کا بھی تنوّع موجود ہے۔ چنانچہ شاعری، تاریخ مذہبیات اور اخلاقیات اور قصّہ کہانی کے موضوعات پر قابلِ قدر تعداد میں کتابیں شائع کی گئیں۔

فورٹ ولیم تحریک مادی، افادی اور مقصدی تھی۔ اس لئے اس کے پسِ پشت عملِ تقلیب کا سیاسی زاویہ نسبتاً زیادہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس تحریک نے صنفِ نثر کو بہت زیادہ متاثر کیا اور نئے اسالیبِ بیان کے فروغ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ فکری سطح پر اس تحریک کی عطا اگرچہ بالوسطہ ہے۔ لیکن اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ چنانچہ نثر کے فروغ نے منطقی استدلال کی طرف پہلا قدم برھایا۔ فورٹ ولیم کالج کی نثر نے نہ صرف عام زندگی کے ارتقا کی رفتار تیز تر کردی، بلکہ جب روزمرّہ کی زبان ادب کی سطح پر پہنچ گئی تو اس نے مستقبل کو بھی متاثر کیا۔ انیسویں صدی میں برِصغیر کی سیاسی بیداری اور صحافت کا فروغ فورٹ ولیم کالج کی نثر کا ہی نتیجہ نظر آتا ہے۔ اور اس نے اس صدی کے نصف آخر میں انگریز دشمنی اور ہندو مسلم تصادم کو اُبھارنے میں بھی معاونت کی۔ فورٹ ولیم کالج کی نثر نے تہذیبی بازیافت کے ذریعہ فکر کو تحریک دی اور حبّ الوطنی کے جذبات کی افزائش کی۔ فورٹ ولیم کالج کی نثر کی سادگی نے بوجھل زبان کے علاوہ تہذیب کی دیگر بوجھل اقدار سے رہائی پاکر آزادیِ کیال کو ابھارا اور اردو نثر کو ارتقائی راہ پر ڈال دیا۔ چنانچہ یہ کہنا درست ہے کہ ایک مخصوص سیاسی پس منظر کے باوجود اس تحریک نے مستقبل کے اردو ادب کو بیش بہا فائدہ پہنچایا۔ اس تحریک کا سیاسی زاویہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ لیکن ادبی پہلو آج بھی بحث ونظر کا زندہ موضوع ہے اور مستقبل کے ادب کو تابانی عطا کر رہا ہے۔

## 7 مشق کے سوالات

۱۔ فورٹ ولیم کالج تحریک کے اعزاض ومقاصد بیان کیجئے۔

۲۔ فورٹ ولیم کالج تحریک کی ادبی خدمات بیان کیجئے۔

۳۔ فورٹ ولیم کالج تحریک سے وابستہ اہم مصنفین سے متعارف کروائیے؟

8 مزید مطالعہ کے لئے کتابیں

۱۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ ۔ سید احتشام حسین

۲۔ تاریخ ادب اردو ۔ وہاب اشرفی

۳۔ اردو ادب کی تحریکیں ۔ انور سدید

۴۔ تاریخ ادب اردو ۔ رام بابو سکسینہ

۵۔ ارباب نثر اردو ۔ سید محمد